بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابہ میں
حضرت معاویہؓ کا مقام

تالیف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ الحرانیؒ

ترجمہ

مولانا محمد رفیق اثری

فاروقی کتب خانہ ملتان

بیرون بوہڑ گیٹ۔

فون: 41809

صحابہ میں حضرت معاویہؓ کا مقام

تالیف
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ الحرانیؒ

ترجمہ
مولانا محمد رفیق اثری

ناشر: جمعیۃ طلباء دار الحدیث محمدیہ جلالپور پیروالہ

نام کتاب ـــــــ صحابہ میں حضرت معاویہ رضؓ کا مقام

تالیف ـــــــ شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہؒ

ترجمہ ـــــــ مولانا محمد رفیق اثری

کتابت ـــــــ محمد نذیر کیلانی

طباعت ـــــــ نو بہار پریس ملتان

ناشر ـــــــ فاروقی کتب خانہ ملتان

سنِ طباعت ـــــــ ۱۹۹۱ء

تعداد ـــــــ ۱۱۰۰

بار ـــــــ دوم

قیمت ـــــــ ۵۰/۷

فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

ہر طرح خارجی تاثرات اور جنبہ داری سے الگ رہ کر اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنیوالا کوئی شخص اس امر سے مشکل ہی انکار کر سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کے بعد ساری اُمّت مسلمہ خلفائے بنو امیہ کی مرہُون منّت ہے کہ ان ہی کی وساطت سے اسلام اپنے علمی، عملی، مادی اور روحانی خزانوں سمیت بعد کے لوگوں تک پہنچا۔

لیکن نرم سے نرم الفاظ میں اس بات کو ستم ظریفی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ نادانستہ یا دانستہ بدنام بھی زیادہ ہی ہمارے محسن بیچارے بنی امیہ ہی کو کیا جاتا ہے۔ انتہا یہ کہ صحابیت کا شرف جو ایمان بالرسول کا جزء ہے ــــ پروپیگنڈے کے زور سے پیچھے دھکیل دیا گیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں اور ہر صحابیؓ کو ــ گو اس کو بہت ہی تھوڑا صحبت نبوی کا شرف حاصل ہو سکا ہو ــ اہل سنّت متفقہ طور پر جنتی مانتے ہیں۔ پھر ان دونوں بزرگوں کو دوسرے صحابہؓ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا اعتماد حاصل تھا دونوںؓ کی اسلام کیلئے بڑی بڑی خدمات ہیں۔ لہٰذا ان دونوں کے متعلق دل کے اندر ذرا سی میل کا آجانا بھی ایمانی نقطہ نظر سے بہت خطرناک جرم ہے۔

شیعہ کے مشہور عقیدہ بغض صحابہؓ کا پہلا زینہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو رضؓ بن عاصؓ پر تنقید ہوتی ہے۔ اسلئے علمائے اسلام حقیقت پسند جماعت نے اس رخنے کو بند کرنیکی ہمیشہ پوری کوشش فرمائی ہے۔

آٹھویں صدی ہجری کے مجدد اسلام شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحؒ کے زمانے میں فتنہ

رفض پورے زوروں پر تھا. شیعہ اس تکنیک کو پوری ہوشیاری سے کام میں لا رہے تھے۔
اور خصوصاً حضرت معاویہؓ کے بارے میں مغالطے پھیلا رہے تھے۔ شیخ الاسلام نے اپنی
مشہور کتاب "منہاج السنۃ" میں ایسے سب مغالطوں کی حقیقت واضح فرما
دی ہے۔ علاوہ ازیں ایک مستقل تفصیلی فتویٰ بھی اسی سلسلے میں ہے جو تحقیقات
جلیلہ پر مشتمل ہے۔ اس پر زور دلائل پر مشتمل فتویٰ کا ترجمہ ہے۔ جو آئندہ صفحات
کی زینت ہے۔

محبی مولانا محمد رفیق صاحب مدرس مدرسہ دارالحدیث محمدیہ عالیپوریہ پیروالہ
وفقہ اللہ وایای نے اس مبارک فتویٰ کی اردو میں اشاعت کر کے اسلام کی بڑی
خدمت انجام دی ہے۔ اب ضروری ہے کہ اس کو زیادہ سے زیادہ پھیلا جائے۔
مخیر حضرات کو چاہیئے کہ ایسے رسائل خرید کر ضرورت مند حلقوں تک پہنچانے کی پوری سعی
فرمائیں۔

ترجمہ رواں اور شستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس
علمی روانی میں برکت عنایت فرمائے۔ اور علم و عمل سے مزید نوازے۔ اور ہم سب کو
جنت میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی معیت ارزانی فرمائے۔

احقر
محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی
المکتبۃ السلفیۃ لاہور
۶ مارچ سنہ ۱۹۶۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱۔ حضرت معاویہؓ پر لعنت کرنیوالا کیسا ہے؟

۲۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ احادیث ثابت ہیں؟ ۱۔ جب دو خلیفے قتال کریں تو ایک ملعون ہے ۲۔ حضرت عمار رضؓ کو باغی گروہ قتل کرے گا"

کیا حضرت عمار رضؓ کو حضرت معاویہؓ کے لشکر نے قتل کیا؟

امام ابن تیمیہؒ مندرجہ بالا سوالات کے جواب میں فرماتے ہیں

صحابہؓ پر لعنت کرنیوالا سزا کا مستحق ہے

الحمد للہ! ائمہ دین کا اتفاق ہے کہ ایسا انسان سزا کا مستحق ہے۔

جو کوئی کسی صحابیؓ پر لعنت کرے وہ حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کے درجہ کا صحابیؓ ہو یا ان سے افضل حضرت ابو موسیٰ رضؓ حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہم کے درجہ کا یا ان سے بھی شان و مرتبہ میں فائق ہو جیسا کہ طلحہ، زبیر، عثمان، علی، ابو بکر، عمر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اسے قتل کی سزا دیجائے یا اس سے کم تر تعزیت کی۔

اسکی تفصیل ہم ایک دوسرے مقام پر بیان کر آئے ہیں۔

صحیحین میں ابو سعید الخدری رضؓ سے منقول ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لا تسبوا اصحابی فو الذی نفسی بیدہ لو انفق احدکم مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ

مشکوۃ ص ۵۵۲

رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ رض کو گالیاں نہ دو۔ مجھے خداوند قدوس کی قسم اگر تم احد پہاڑ کے قدر سونا خرچ کر دو تو وہ خلوص اور ثواب میں میرے صحابہ رض (سابقین) کے ایک مُد اور نصیف کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ان کے ثواب اندرونیوں سے زیادہ قباحت رکھتی ہے۔

صحیح بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لعن المؤمن کقتلہ۔

آپ نے فرمایا مومن پر لعنت کرنا گناہ میں اس کے قتل کے مترادف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عام مومن پر لعنت کرنے کو اسکے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مومنین سے افضل و برتر ہیں۔

شان صحابہ رض

بسند صحیح ثابت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

انہ قال خیر القرون القرن الذی بعثت فیھم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم الحدیث مشکوۃ ص ۵۵۳

افضل وہ لوگ ہیں جن میں میں مبعوث ہوا پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔ اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوا ہے۔

جس شخص نے بھی ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا ہے اُسے صحابیت کا اعزاز مل گیا۔ صحیح بخاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَغْزُو جَيْشٌ فَيَقُولُ هَلْ فِيكُمْ مَنْ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ قَالَ ثُمَّ يَغْزُو جَيْشٌ فَيَقُولُ هَلْ فِيكُمْ مَنْ رَأَى مَنْ رَأَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ نَعَمْ فَيُفْتَحُ لَهُمْ وَذَكَرَ الطَّبَقَةَ الثَّالِثَةَ (بخاری)

آپ نے فرمایا ایک فوج لڑائی کرے گی۔ لوگ کہیں گے تم میں کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیت سے شرف یابی حاصل کرنیوالا انسان موجود ہے؟ جواب اثبات میں ہوگا اور فتح ہوگی۔ ایک دوسرا لشکر فوج کشی کرے گا۔ وہ کہیں گے تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی رضی کو دیکھنے والا ہے؟ جواب ملیگا ہاں موجود ہے انہیں بھی فتح نصیب ہوگی۔ اسیطرح آپ نے تیسرے طبقہ کا ذکر فرمایا۔ یہ اعزاز جس طرح آپکی صحبت سے حاصل ہوتا ہے اسیطرح ایمان کی حالت میں آپ کی رؤیت سے بھی حاصل ہوتا ہے۔

طبقاتِ صحابہ رض

لفظ صحابی رض کبھی تو بطور عموم مستعمل ہوتا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھنے والا اور کبھی خاص خاص صحابہ رض پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جنہیں خصوصی اعزازات سے نوازا جاتا ہے۔ دوسرے صحابہ باوجود شرف صحابیت حاصل کرنیکے انہیں قرب نہیں ہوتے۔ ابو سعید الخدری رض کی مذکورہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن الولید رض کو فرمایا جبکہ ان کے اور عبدالرحمٰن رض کے درمیان کچھ تکرار ہو گئی تھی۔ خالد میرے صحابہ کی تردید نہ کرو مجھے قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی ایک احد جتنا سونا خرچ کرے تو ان

کے ایک مد اور نصف مد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اور ان کے امثال سابقین اولین سے ہیں، جنھوں نے فتح حدیبیہ سے پہلے اللہ کی راہ میں قربانیاں دیں اور اموال خرچ کئے۔ اور خالد بن الولید رض اور ان جیسے دوسرے بزرگ جو حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے خرچ کیا اور لڑائیاں کیں۔ پہلے طبقہ سے کم تر ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ، اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی (الآیۃ) الحدید

یعنی فتح سے پہلے خرچ کرنیوالے اور لڑائی کرنیوالے برابر نہیں۔ یہ درجہ میں ان لوگوں سے بڑھکر ہیں جو بعد میں خرچ کرنے لگے اور لڑائیاں لڑیں اللہ کا وعدہ دونوں سے اچھائی کا ہے۔

اس فتح سے مراد فتح حدیبیہ ہے جبکہ شجرہ کے نیچے آپؐ نے صحابہ رض سے بیعت لی تھی۔ اسوقت بیعت کرنیوالے چودہ سو سے زائد تھے۔ خیبر کو انہیں بہادروں نے فتح کیا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لَا یَدْخُلُ النَّارَ اَحَدٌ مِّمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (جامع ترمذی وابوداؤد)

درخت کے نیچے بیعت کرنیوالوں میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

سورہ فتح جس میں یہ آیت موجود ہے۔ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ بلکہ عمرہ سے بھی پہلے۔

درخت کے نیچے سنہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض سے بیعت لی تھی۔ اسی موقعہ پر مشرکین سے وہ صلح طے پائی جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس صلح کو اگرچہ مسلمانوں نے ناپسند کیا تھا۔ کیونکہ وہ اسکے انجام سے ناواقف تھے۔
مگر اس میں مسلمانوں کیلئے وہ وہ فتوحات حاصل ہوئیں جنہیں اللہ تعالیٰ ہی بہتر
جانتا ہے۔ اس کا اظہار سہیل بن حنیف ؓ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ میرا دل
چاہتا تھا کہ اگر میری استطاعت ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس
صلح کو رد کر دوں۔ اسلئے اے انسانو! اپنی آراء کو متہم جانو اور شریعت کے معاملات
میں انکی پیروی نہ کرو۔ (بخاری وغیرہ)

دوسرے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں نے عمرہ قضا کیا۔
اور اس سے اگلے سال یعنی رمضان ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔ سورہ فتح میں یہ آیت
نازل ہوئی۔

لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا۔

تم مسجد حرام میں امن کیساتھ ضرور داخل ہو گے۔ انشاء اللہ سر منڈ کر اور قصر کر کے تمہیں کسی کا خوف نہ ہو گا۔ اللہ جانتا ہے جس کا تمہیں علم نہیں اسکے قریب قریب ہی فتح آنے والی ہے۔

دیکھئے سورہ فتح میں مکہ کے فتح ہونے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ چنانچہ اسکے
نزول کے دوسرے سال ہی یہ وعدہ پورا ہو گیا۔

مقصد یہ ہے کہ فتح سے پہلے آپ کی صحبت میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو
ایک طرح کی برتری حاصل ہے جس سے وہ بعد والوں سے افضل قرار پاتے ہیں۔
اسی لئے تو خالد ؓ کو آپؐ نے فرمایا تھا میرے صحابہ ؓ کو سب نہ کرو۔ کیونکہ سابقین
خالد ؓ اور انکے درجہ کے صحابہ ؓ سے پیشتر آپکی تربیت میں آچکے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کی نسبتی شان

حضرت ابوبکرؓ کو ایسی فضیلت صحبت حاصل ہے جس سے وہ تمام صحابہؓ سے ممتاز ہو گئے ہیں۔

قَالَ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبَى عَلَيَّ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَأَتَى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ فَسَأَلَ أَثَمَّ أَبُو بَكْرٍ قَالُوا لَا فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ حَتَّى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِي بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي الحديث

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۱۷)

یعنی ایک دفعہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کے مابین کسی بات پر تکرار ہو گئی ابوبکرؓ نے عمرؓ سے معافی چاہی مگر عمرؓ نے توقف کیا۔ ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ادھر عمرؓ کو احساس ہوا وہ بھی ابوبکرؓ کو تلاش کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔ آپ نے ابوبکرؓ کے موقف کو درست قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! کیا تم میرے ساتھی کو میری وجہ سے نہیں چھوڑو گے؟ میں نے اللہ کا پیغام جب تمہارے سامنے پیش کیا تھا۔ تم سب نے کہا کَذَبْتَ! ایک ابوبکرؓ نے تصدیق کی تھی۔ اس حدیث میں حضرت ابوبکرؓ کو "میرے ساتھی" کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآن پاک میں یہی خطاب دیتا ہے۔

نیز بخاری مسلم میں ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا و آخرت میں سے ایک کا اختیار دے دیا ہے

مَا عِنْدَ اللّٰہِ فَبَکٰی اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ بَلْ نَفْدِیْکَ بِاَنْفُسِنَا وَاَمْوَالِنَا قَالَ فَجَعَلَ النَّاسُ یَعْجَبُوْنَ اَنْ ذَکَرَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَبْدًا خَیَّرَہُ اللّٰہُ بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھُوَ الْمُخَیَّرُ وَکَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا بِہٖ (مشکوٰۃ ۵۵۶)

اس بندہ نے اللہ کا قرب پسند کر لیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ رونے لگے اور فرمایا ہماری جانیں اور تمام اثاثہ آپ پر قربان ہو۔ لوگ متعجب ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک بندے کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور ابوبکرؓ رونے لگے ہیں۔ درحقیقت اس کا مصداق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔ ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ رمز شناس ثابت ہوئے۔

نیز آپ نے فرمایا۔

اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْبَکْرٍ وَلَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا مِّنْ اَھْلِ الْاَرْضِ خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا وَلٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ لَا تُبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ خَوْخَۃٌ اِلَّا خَوْخَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ۔ (مشکوٰۃ ۵۵۶)

دوستی اور مال کے اعتبار سے لوگوں میں سے سب سے زیادہ ابوبکرؓ کے ہم پر احسان ہیں۔ اہل زمین سے کسی کی محبت ہمارے رگ و ریشہ میں ہوتا تو وہ ابوبکرؓ ہوتے۔ وہ تو بھائی اور صحابی ہیں۔ دیگر ایسی محبت اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہے۔ تمام دروازے بند کردو ایک ابوبکرؓ کا دروازہ کھلا رہنے دو۔ علمائے عارفین کے ہاں یہی حدیث صحیح ہے۔

ان صحابہؓ کے مراتب شان بیان کرنے سے مقصد یہ ہے۔ کہ اسم "صحبت" میں عموم و خصوص کی نسبت جاری ہے۔ اس سے کبھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بحالت ایمان دیکھنے والے مراد ہوتے ہیں۔ اور کبھی وہ جنہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ آپ کی خدمت میں گزارا۔

عمرو بن العاصؓ

حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ اور ان کے درجہ کے ایمان داروں پر سلف میں سے کسی نے کبھی نفاق کا الزام نہیں لگایا۔

صحیح حدیث میں ثابت ہے۔

اِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ لَمَّا یَاحَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ عَلٰی اَنْ تُغْفِرَلِیْ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِیْ فَقَالَ یَا عَمْرُو اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَھْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَہٗ (مشکوٰۃ ص۱۳)

عمرو بن العاصؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو کہا کہ بیعت اس شرط پر کرتا ہوں کہ سابقہ گناہ معاف کردیئے جائیں۔ آپ نے فرمایا عمرو! اسلام سابقہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ مومن کا اسلام ہی سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ نہ کہ منافق کا اسلام (یہ دلیل ہے کہ عمرو بن العاصؓ کا اسلام ایک مومن کا اسلام تھا) نیز عمرو بن العاصؓ اور کچھ دوسرے صحابہؓ حدیبیہ کے بعد اپنی خوشی اور رضا سے ہجرت کرکے آئے۔

مہاجرین میں کوئی بھی منافق نہیں تھا

مہاجرین میں کوئی بھی منافق نہیں تھا۔ نفاق انصار کے بعض لوگوں میں تھا۔ اسلئے کہ جب مدینہ کے اشراف اور جمہور نے اسلام قبول کر لیا تو باقی لوگ بھی اسلام کی عزت اور اپنی قوم میں اسلام کے اثر و رسوخ کی بنا پر ظاہراً مسلمان ہو گئے۔

مکہ والے تو بالعموم کافر تھے۔ ان میں سے ایمان کا اظہار وہی کرتا تھا جو پکا سچا مسلمان ہوتا کیونکہ اسلام کے اظہار پر وہاں تو ایذا سہنا پڑتی تھی۔ اور قوم کا معاشرتی بائیکاٹ مول لینا پڑتا تھا۔

منافق تو دنیاوی مصالح کے باعث اسلام کا اظہار کیا کرتا ہے لیکن مکہ میں

اظہارِ اسلام کے صلہ میں دکھ اور تکالیف ملتی ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت فرما گئے تو اکثر ایماندار بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ وہی لوگ رہ گئے جنہیں ان کی قوم نے روک لیا تھا ان کے حق میں آپؐ دعائیں فرماتے۔ اے اللہ! ولیدؓ بن ولیدؓ سلمہؓ بن ہشامؓ اور دوسرے کمزور ایمانداروں کو خلاصی عنایت فرما۔ ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس پر نفاق کا الزام آیا ہو بلکہ سب کے سب مومن تھے اور مومن کو لعنت کرنا اس کے قتل کے مترادف ہے۔

حضرت معاویہؓ اور دوسرے طلقاءؓ کا اسلام

معاویہؓ بن ابی سفیانؓ، عکرمہؓ بن ابی جہل، حارث بن الحرثؓ، بن عبد المطلب وغیرہ وغیرہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ باتفاق اہل اسلام وہ سچے اور اچھے مسلمان تھے۔ کسی نے کبھی ان پر نفاق کی تہمت نہیں لگائی۔ حتیٰ کہ معاویہؓ کاتب وحی مقرر ہوئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے حق میں دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ (ابن کثیر)

اے اللہ! اسے کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچا۔

ان کا بھائی یزید بن ابی سفیانؓ ان سے افضل تھا۔ اسے ابوبکرؓ نے شام کی لڑائی میں امیر مقرر فرمایا۔ اور وصیت کی جبکہ ابوبکرؓ پیدل چل رہے تھے۔ اور یزیدؓ سوار تھے۔ یزیدؓ نے کہا اے خلیفۃ المسلمین! آپ سوار ہو جائیں یا میں نیچے اتر آؤں۔ ابوبکرؓ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے پیدل چلنے میں ثواب کی امید ہے۔ عمرو بن العاصؓ شرجیلؓ بن حسنہ اور خالدؓ بن الولیدؓ بھی ابوبکرؓ کے مقرر کردہ امیر تھے۔ حضرت عمرؓ نے خالدؓ کو معزول کیا۔ اور انکی جگہ ابو عبیدہؓ بن عامر بن الجراحؓ کو جنہیں "امین

هٰذِہِ الْاُمَّۃِ" کا خطاب مل چکا تھا بمعنوی بنایا شام کی فتح ابو عبیدہ رضؓ کے ہاتھ پر ہوئی اور عراق کی فتح کا سہرا حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے سر ہے۔

شانِ عمر بن الخطاب رضؓ

آپ سب سے زیادہ فراست کے مالک تھے۔ احوال الرجال کے عالم، حق و عدل کو قائم کرنے والے اور عالم باعمل

حضرت علی بن ابی طالب رضؓ کا بیان ہے۔

كُنَّا نَتَحَدَّثُ اَنَّ السَّكِيْنَةَ تَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ رضؓ (مشکوٰۃ بالمعنیٰ ص۵۵۷)

ہم کہا کرتے تھے۔ سکینہ عمر کی زبان پر بولتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ وَقَالَ لَوْلَمْ اَكُنْ فِيْكُمْ لَبُعِثَ فِيْكُمْ عُمَرُ رضؓ مَا سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ فِي الشَّيْئِ اِنِّيْ لَاُرَاهُ كَذَا وَكَذَا اِلَّا كَانَ كَمَا اَرَاهُ وَقَدْ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاٰكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ (مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے عمر رضؓ کی زبان و قلب پر حق ثبت فرمایا ہے۔ نیز فرمایا۔ اگر میں مبعوث نہ ہوتا۔ تو عمر رضؓ کو یہ اعزاز ملتا۔ ابن عمر رضؓ کہتے ہیں۔ عمر رضؓ جب ہی کبھی بارہ میں فرماتے کہ بات اس طرح ہے وہ بات اسی طرح ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عمر رضؓ! جب شیطان تمہیں کسی راہ سے آتا دیکھ لیتا ہے۔ وہ یہ راہ چھوڑ کر دوسری راہ ہو لیتا ہے۔

شانِ ابن عمر رضؓ

ابو سفیان، معاویہ رضؓ اور عمرو بن العاص رضؓ کے ایمان کی ایک دلیل

حضرت عمر رضؓ نے معاویہ رضؓ کو عامل مقرر کیا۔ اور ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ مسلمانوں پر کسی منافق کو عامل نہیں مقرر کرتے تھے۔ ان کے حزم و احتیاط

کا تو یہ عالم ہے کہ اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کو عامل نہیں بنایا تھا۔
انہوں نے مرتدین کو اس وقت تک ہتھیار ساتھ رکھنے اور گھوڑوں کی سواری کرنے سے روک دیا تھا جبتک کہ انکی توبہ کی صحت ظاہر نہ ہو جائے۔ عمرؓ سعد بن ابی وقاصؓ کو ایسا کرتے تھے۔ تم طلحہ الاسدی، اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، اشعث بن قیس کندی اور اس قماش کے لوگوں کو عامل نہ بناؤ، اور نہ ہی جنگی امور میں ان سے مشورہ لو۔ کیونکہ یہ لوگ امیر کبیر بننا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کو ابوبکرؓ نے بھی مسلمانوں کے کسی امر کا متولی اور ذمہ دار نہیں مقرر کیا۔
عمرو بن العاصؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ اور اسی قسم کے دوسرے اصحابؓ سے نفاق کا ادنی سا بھی شائبہ ہوتا تو مسلمانوں کی تولیت کسی صورت ان کے سپرد نہ کی جاتی۔ عمرو بن العاصؓ غزوۃ ذات السلاسل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سپہ سالار مقرر ہوئے تھے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی منافق کو مسلمانوں پر امیر مقرر کر سکتے تھے؟
ابوسفیانؓ بن حرب والد معاویہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کا حاکم مقرر کیا۔ آپ کی وفات کیوقت بھی وہ نجران کا والی تھا۔ باتفاق اہل اسلام معاویہؓ کا اسلام ابوسفیانؓ سے اچھا تھا۔ تو یہ لوگ منافق کیسے ہو سکتے ہیں؟ جبکہ علم و عمل میں رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مسلمانوں کے امور پر امین سمجھا۔ نیز حضرت معاویہؓ حضرت عمرو بن العاصؓ اور دوسرے صحابہؓ کے مابین تنازعات کا سب ہی کو علم ہے۔ کسی نے بھی ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں دیا۔ مخالفوں نے نہ موافقوں نے۔ بلکہ صحابہؓ اور

تابعین کا اتفاق ہے کہ یہ لوگ روایت حدیث میں امین اور صادق تھے۔ منافق کو کون امین سمجھتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بولے گا؟ معلوم ہوا یہ اکابر مومن تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے محبِّ صادق۔

کیا کسی جرم کی بنا پر مومن پر لعنت کرنا جائز ہے

صحیح بخاری میں ہے کہ

اِنَّ رَجُلًا یُلَقَّبُ حِمَارًا وَکَانَ یَشْرَبُ الْخَمْرَ وَکَانَ کُلَّمَا شَرِبَ اُتِیَ بِہٖ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَلَدَہٗ فَاُتِیَ بِہٖ مَرَّۃً فَقَالَ رَجُلٌ لَعَنَہُ اللّٰہُ مَا اَکْثَرَ مَا یُؤْتٰی بِہٖ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوْہُ فَاِنَّہٗ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (مشکوٰۃ ص ۳۱۶)

ایک آدمی جس کا نام حمار تھا شراب پیا کرتا تھا۔ جب بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا۔ اس پر حد شرعی قائم کی گئی۔ ایک بار ایک آدمی نے کہہ دیا: اللہ اس پر لعنت کرے یہ اس حالت میں کتنی بار لایا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس پر لعنت نہ کہو یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

ہر مومن کی محبت اللہ اور اسکے رسول سے ہوتی ہے۔ جو محبت نہیں وہ مومن بھی نہیں۔ البتہ ایمان کے مراتب میں تفاضل اور کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ دیکھئے آپؐ نے اس آدمی کو شرابی مومن پر لعنت کرنے سے منع فرما دیا حالانکہ شراب، اس کے بنانے والے، پینے والے، پلانے والے، اٹھانے والے اور اسکے تمام متوسلین پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ لعنت وعید کے باب سے ہے۔ علی العموم تو اس کا اطلاق کسی گروہ پر یا فعل پر ہو سکتا ہے بتعیین شخص پر نہیں ہو سکتا،

تو بہ صحیحہ، نیکیوں، مصائب اور کسی مقبول سفارش کی وجہ سے اس متعین فرد کا جرم معاف کر دیا گیا ہو۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ صحابہ کرام رضؓ کی تواریخ میں ملتا ہے۔

حاطب بن ابی بلتعہ اپنے نوکروں سے اچھا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔ اس کے ایک نوکر نے حضرت صلعم کے پاس حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! حاطب بن ابی بلتعہ جہنم میں داخل ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ تم غلط کہتے ہو۔ یہ تو بدر و حدیبیہ کی مہموں میں شریک ہو چکا ہے۔

اسی طرح صحیح حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضؓ بن ابی طالب اور زبیر بن العوام رضؓ کو روضہ خاخ کو بھیجا۔ اور فرمایا وہاں تمہیں ایک عورت ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے۔ حضرت علی رضؓ فرماتے ہیں، ہم گھوڑوں پر سوار ہو کر نہایت تیزی سے وہاں پہنچ گئے اس عورت سے خط کا مطالبہ کیا۔ کہنے لگی۔ میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے دھمکی دی۔ اس نے خط نکال کر دے دیا۔ ہم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ اس میں حاطب رضؓ نے کوئی راز کی بات مشرکین مکہ کو بتائی تھی آپ نے فرمایا حاطب رضؓ یہ کیا ہے؟ حاطب رضؓ بولا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم میں مرتد نہیں ہو گیا ہوں۔ اور اسلام کی بجائے کفر کو میں نے پسند نہیں کر لیا ہے۔ میں قریش میں رہتا تھا۔ قریشی نہیں ہوں۔ دوسرے مہاجر مسلمانوں کی قریشیوں سے رشتہ داریاں ہیں۔ وہ قرابت کی وجہ سے انکے بال بچوں کا خیال رکھیں گے۔ میں ان پر احسان کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اسکے بدلہ میں میرے اہل و عیال کا خیال رکھیں۔ پھر بات کوئی ایسی بھی نہیں جس سے آپ کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ حضرت عمر رضؓ کہنے لگے۔ مجھے اجازت دیجئے۔ اس منافق کا سر اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔

لہ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۲

اَنَّہٗ قَدْ شَھِدَ بَدْرًا وَمَا یُدْرِیْکَ اَنَّ اللّٰہَ قَدِ اطَّلَعَ عَلٰی اَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ لَہُمْ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ (مشکوٰۃ ص۵۶۹)

یہ بدر میں شریک ہو چکا ہے تمہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے حق میں فرمایا ہے۔ تم جو چاہو کرو۔ میں تمہیں معاف کر چکا ہوں۔

دیکھئے اتنا بڑا جرم اس بنا پر معاف کر دیا گیا۔ کہ وہ بدر میں شریک ہو چکے تھے۔

کسی معین فرد کیلئے جنت یا دوزخ کا حتمی فیصلہ نہیں ہو سکتا

نیکیوں کی وجہ سے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ مومن وعدہ وعید دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ دیکھئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (مشکوٰۃ ص۱۴۱)

جس کا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہو گا۔ وہ جنت میں داخل ہو گا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِھِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا (النساء ۱۰)

جو لوگ یتامیٰ کا مال ناجائز طریق سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ داخل کر رہے ہیں وہ جہنم میں جلیں گے۔

اسی لئے کسی فرد کیلئے جنت یا جہنم کا فیصلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ الا یہ کہ کوئی خاص دلیل کسی کے بارے میں آجائے۔ عموم وعدو وعید میں اندراج کیوجہ سے نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات ایک ہی فرد سے دونوں کام سرزد ہو سکتے ہیں۔ وعدہ کا بھی اور وعید کا بھی تو وہ ثواب وعقاب دونوں کا مستحق ہو گا۔ قرآن میں ہے۔

مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ

یعنی جو ایک ذرہ کے قدر نیکی کرتا ہے، اُسے

وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝ دیکھ لیگا۔ اور جو ایک ذرہ کے قدر برائی کرتا ہے وہ اسے بھی پالے گا۔"

کسی شخص میں جب نیکیاں اور برائیاں دونوں موجود ہوں۔ برائیوں پر اگر یہ وہ سزا کا مستحق ہے۔ مگر نیکیوں کی جزا بھی اسے ضرور ملے گی۔ کبیرہ گناہ کی وجہ سے نیکیوں کے ضائع ہونے کے تو خوارج اور معتزلہ قائل ہیں۔ جو کہ مرتکب کبیرہ کو دائمی جہنمی قرار دیتے ہیں جو کسی سفارش اور نیکی کی وجہ سے اس سے نہیں نکل سکے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ صاحب کبیرہ گناہ کے پاس ایمان کا ایک ذرہ بھی نہیں رہ جاتا۔ یہ نظریہ کتاب اللہ، سنت متواترہ، اجماع صحابہؓ اور مسلک اہل سنت کے مخالف ہے۔"

کیا صحابہؓ معصوم ہیں؟

اہل دین کسی صحابیؓ، قرابت دار، سابقین، اولین اور دوسرے لوگوں میں سے کسی کو بھی معصوم نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں۔ کہ ان سے گناہوں کا صدور ممکن ہے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ نے سچی توبہ سے انکے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور انکے درجات اونچے کئے ہیں نیکیوں اور دوسرے اسباب و عوامل سے انکی غلطیوں کو اللہ پاک معاف کر دیتا ہے۔ قرآن میں ہے۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (پ۲۴ رکوع ۲)

یعنی اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا اس کو، وہی لوگ ڈر والے ہیں۔ ان کے لئے ہے۔ جو چاہیں انکے رب کے پاس یہ ہے بدلہ نیکی والوں کا تاکہ اللہ تعالیٰ اتارے ان سے برے کام جو کئے تھے۔ اور بدلہ میں دے انکو ثواب بہتر کاموں کا جو کرتے تھے۔"

نیز فرمایا:۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ (الایۃ) پ۲۶ رکوع ۲۔

وہ لوگ ہیں جن سے ہم قبول کرتے ہیں، بہتر سے بہتر کام جو کیے انہوں نے۔ اور معاف کرتے ہیں انکی برائیاں، یہی لوگ جنت والے ہیں

صحابہؓ کا اجتہاد

اجتہاد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی صواب کو پہنچتے ہیں اور کبھی خطا ہو جاتی ہے۔ درستگی کی صورت میں دو ثواب ملتے ہیں۔ اور خطا کی صورت میں اجتہاد کرنے کا ایک ثواب ملتا ہے۔ اور خطا معاف کر دی جاتی ہے۔ گمراہ فرقے خطا اور گناہ کو لازم و ملزوم سمجھتے ہیں بعض غلو کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اجتہاد میں خطا کی وجہ سے وہ لوگ باغی ہو گئے۔ اہل علم والایمان کا طبقہ انہیں نہ معصوم سمجھتا ہے نہ سراسر خطا کار۔

اسی نظریاتی اختلاف کی وجہ سے کتنے بدعتی اور گمراہ فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔ دیکھیے۔ اس نظریہ کی بنا پر کہ صحابہؓ سے غلطیاں ہوئیں۔ اور غلط کار لعنت کا مستحق ہے۔ ایک گروہ انہیں سب اور لعنت کرتا ہے۔ بلکہ بعض تو انہیں فاسق اور کافر تک کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ خوارج نے علی بن ابی طالبؓ، عثمان بن عفانؓ اور ان کے ساتھیوں کو کافر کہا۔ لعنت اور سب کا اہل سمجھا۔ اور ان سے لڑنا جائز تصور کیا۔

خوارج

خوارج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔

يَحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلٰوتَهٗ مَعَ صَلٰوتِهِمْ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهِمْ وَقِرَاءَتَهٗ مَعَ قِرَاءَتِهِمْ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ

تم اے مسلمانو! ان کی نمازوں، روزوں، اور قراۃ قرآن کے مقابل اپنی نمازوں، روزوں اور قراتوں کو حقیر جانو گے۔ یہ

لَا یُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الْاِسْلَامِ کَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ (مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

قرآن کی قرأت کریں گے۔ مگر حلق کے اندر اس کا اثر نہیں ہوگا۔ اسلام سے یوں صاف نکل جائیں گے۔ جس طرح تیر شکار سے صاف پار ہو جاتا ہے۔ نیز آپؐ نے فرمایا:۔

تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عَلٰی فِرْقَةٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَتَقْتُلُهَا اَوْلَی الطَّائِفَتَیْنِ بِالْحَقِّ (الخرج)

مسلمانوں کے ایک فرقہ کے خلاف ایک جماعت خروج کرے گی۔ مسلمانوں کے دو گروہوں میں سے حق کے قریب گروہ ان سے لڑائی کرے گا۔"

اس جماعت نے امیرالمومنین حضرت علیؓ کے خلاف خروج کیا۔ اور ان کے ساتھیوں کی تکفیر کی۔ ان دنوں مسلمان دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ایک کے سربراہ حضرت علیؓ تھے اور دوسرے کے حضرت معاویہؓ۔ ان لوگوں کی حضرت علیؓ کے ساتھ جنگ ہوئی اور وہ پیشگوئی صادق ثابت ہوئی۔

حضرت حسنؓ کا عظیم کارنامہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:۔

اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَسَیُصْلِحُ اللّٰهُ بِهٖ بَیْنَ الطَّائِفَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (مشکوٰۃ ص ۵۶۹)

میرا یہ بیٹا سیّد ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا۔"

چنانچہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے دو گروہوں میں ان کے ذریعہ صلح ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلح کو پسند فرمایا۔ اور صلح کرانے کی وجہ سے حضرت حسنؓ کی تعریف کی۔ اور اسی لئے انہیں "سیّد" کا لقب عنایت فرمایا۔ کیونکہ یہ کارنامہ صلح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو محبوب تھا۔ اور اس پر

ان کی رضا تھی۔ اس وقت مسلمانوں میں جو جنگ ہو رہی تھی۔ اللہ اور اس کے رسول کو اگر پسند ہوتی تو حضرت حسن رضؓ کی تعریف نہ کی جاتی۔ کیونکہ پھر تو حضرت حسن رضؓ کا یہ اقدام صلح ایک امر واجب یا پسندیدہ کے ترک کا ارتکاب قرار دیا جاتا۔ یہ صحیح حدیث واضح کرتی ہے۔ کہ حضرت حسن رضؓ نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول کو یہی پسند تھا۔

صحیح حدیث میں ہے۔

اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْعُدُهُ عَلٰى فَخِذِهٖ وَيُقْعِدُ اُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُحِبُّهُمَا وَاُحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا (مشکوٰۃ ص ۵۶۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن رضؓ کو ایک ران پر بٹھا لیتے اور اسامہ رضؓ کو دوسری پر اور فرماتے۔ اے اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور اس سے بھی جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے!! اس حدیث میں آپ کی حسن رضؓ و اسامہ رضؓ سے محبت کی ترغیب ظاہر ہو رہی ہے ان دونوں کی پوری کوشش رہی کہ وہ بات (صلح) ہو جائے جس کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضؓ کی مدح فرمائی اور اس کے خلاف ہر کوشش انہیں سخت ناگوار تھی۔

صفین کے مقتولین

اس سے معلوم ہوا کہ صفین میں قتل ہونیوالے مسلمان خوارج کے بمنزلہ نہیں تھے جنہوں نے خروج کیا تھا۔ اور جن سے لڑنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ بلکہ ان مسلمانوں کے ساتھ تو صلح کرنے کی آپ نے مدح فرمائی ہے اور ان سے لڑنے کا آپ نے حکم نہیں دیا اسی لئے تمام صحابہ رضؓ اور ائمہ دین خوارج کیساتھ لڑائی پر متفق تھے۔

حضرت علیؓ بھی ان سے لڑائی کرتے پر مسرور تھے۔ اور یہ مسرت اس روایت کی بنا پر تھی۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج سے لڑائی کرنیکا حکم دیا تھا۔

اس کے برخلاف صحابہؓ کی آپس کی لڑائیوں کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں کہ آپ نے اس پر خوشی کا اظہار فرمایا ہو۔ بلکہ مسلمانوں کے متوقع اختلافات پر آپ نے غم کا اظہار فرمایا تھا۔ اور تمنا کی تھی کہ کاش ایسا نہ ہو (قتال میں شریک) بعض صحابہؓ کی آپ نے تعریف کی ہے اور دونوں جماعتوں کو کفر و نفاق سے بری قرار دیا ہے۔ ان کے مقتولین پر دعا رحمت کی اجازت دی۔ ان تمام حقائق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ کا اس پر اتفاق تھا۔ کہ دونوں پارٹیوں کے تمام افراد مومن ہیں قرآن پاک کی شہادت ہے کہ ایمانداروں کا آپس میں لڑنا انہیں ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ فرمانِ ربانی یہ ہے:۔

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (الحجرات آیت)

اگر ایمانداروں کے دو فریق لڑ پڑیں ان کی صلح کرا دو اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے فریق سے لڑو تاکہ وہ اللہ کے امر پر آ جائے۔

اگر وہ فریق زیادتی کرنے سے رجوع کر لے تو عدل کی بنیاد پر انکی صلح کرا دو۔ اور انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو ہی پسند کرتا ہے۔ مومن بھائی بھائی ہیں تو بھائیوں میں صلح کراؤ۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

اس آیت میں دونوں فریقوں کو مومن کہا گیا ہے۔ لڑائی اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے باوجود انہیں بھائی بھائی قرار دیا۔

جواب سوال ۲: ذکر کردہ روایت جب دو خلیفے ہوں تو ایک ملعون ہے"! جھوٹ ہے۔ اور افتراء ہے۔ قابل اعتماد کتب احادیث میں یہ روایت موجود نہیں اور نہ ہی کسی اہل علم نے اسے روایت کیا ہے۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت معاویہ رضی نے کبھی بھی دعوئ خلافت نہیں کیا۔ حضرت علی رضی کے ساتھ لڑائیوں میں معاویہ رضی نے بحیثیت خلیفہ کبھی اپنی بیعت کا مطالبہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی انہوں نے خود کو خلافت کا مستحق سمجھا۔ حضرت معاویہ رضی اور ان کے ساتھی حضرت علی رضی کا خیال تھا کہ معاویہ رضی پر ابتدائی حملہ آور نہیں ہوئے تھے:

حضرت علی رضی کا موقف: حضرت علی رضی کا خیال تھا کہ معاویہ رضی پر خلیفہ کی اطاعت اور بیعت لازم ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا ایک ہی خلیفہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ لوگ خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہیں۔ اور بیعت سے توقف کر کے ایک امر واجب سے گریز کر رہے ہیں۔ اور یہ اہل شوکت بھی ہیں۔ انکے ساتھ لڑائی کرنا واجب ہے۔ جب تک کہ اطاعت قبول نہ کریں اور مسلمان ایک جماعت میں منسلک نہ ہو جائیں۔

حضرت معاویہ رضی کا موقف: حضرت معاویہ رضی کے فریق کا خیال تھا کہ ہم پر یہ "اطاعت و بیعت" واجب نہیں۔ اگر اسی بنیاد پر ہمارے ساتھ لڑائی کی گئی۔ تو ہم مظلوم ہوں گے۔ اسلئے کہ حضرت عثمان رضی باتفاق اہل اسلام ظلماً قتل ہوئے۔ اور قاتلین عثمان رضی علی رضی کے گردہ میں موجود ہیں۔ وہ غالب ہیں۔ اور صاحب شوکت۔ اگر ہم اس خلیفہ کی اطاعت میں آجائیں تو

قاتلینِ عثمان رضؓ ہم پر ظلم و ستم ڈھائیں گے۔ حضرت علی رضؓ انہیں روک نہیں سکیں گے۔ جس طرح کہ حضرت عثمان رضؓ سے ان لوگوں کو نہیں روک سکے ہم پر اس خلیفہ کی بیعت لازم ہے۔ جو ہمارے ساتھ انصاف کر سکے۔

حضرت علی اور حضرت معاویہ کے گروہ میں بعض غیر ذمہ دار افراد کی شمولیت!

اس گروہ بندی میں شامل ہونیوالوں میں بعض ایسے جاہل بھی موجود تھے۔ جو حضرت علی رضؓ اور حضرت عثمان رضؓ کے بارے میں فاسد خیالات رکھتے تھے۔ جن سے یہ دونوں بزرگ بری تھے۔ بعض لوگوں کا گمان تھا کہ حضرت علی رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کے قتل کا حکم دیا تھا حضرت علی رضؓ قسمیہ کہا کرتے تھے۔ کہ میں نے نہ قتل کیا۔ نہ میں قتل پر راضی تھا۔ اور نہ ہی قاتلین کیساتھ کسی قسم کا تعاون کیا حضرت علی رضؓ کا یہ بیان بالکل صحیح ہے۔ مگر حضرت علی رضؓ کے بعض دوست اور کچھ مخالف اس بات کو پھیلا رہے تھے۔ دوست تو حضرت عثمان رضؓ پر طعن کرنے کیلئے کہ وہ واقعی قتل کا مستحق تھا۔ اور حضرت علی رضؓ نے جائز طور پر ان کے قتل کا حکم دیا تھا۔ مخالفین کا مقصد حضرت علی رضؓ پر کیچڑ اچھالنا تھا۔ کہ انہوں نے مظلوم اور شہید خلیفہ کے قتل پر تعاون کیا ہے۔ ایسے انسان کی اطاعت کیا معنیٰ؟

اسی قسم کی باتیں ہیں جنکی وجہ سے کج فہم لوگ دونوں جماعتوں پر حملہ آور ہوئے۔

دونوں میں سے مستحق خلافت کون تھے؟ مسلمانوں کے دونوں گروہ اس امر پر متفق تھے کہ خلافت کے استحقاق میں..

حضرت معاویہؓ۔ حضرت علیؓ کی برابری نہیں کر سکتے۔ اور جب تک ممکن ہے کہ حضرت علیؓ خلیفہ ہوں حضرت معاویہؓ خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ حضرت علیؓ کی فضیلت، سابقیت علم و دین شجاعت اور دوسرے مناقب لوگوں میں مشہور و معروف تھے۔ اہلِ شوریٰ میں سے بھی حضرت سعدؓ کے دست بردار ہونے کے بعد حضرت علیؓ کے سوا کوئی نہیں رہا تھا۔ لہٰذا وہی خلافت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ مگر حضرت عثمانؓ کے قتل کے سبب مسلمانوں میں جھگڑا پیدا ہوا۔ اہل ظلم و عدوان کو قوت حاصل ہوئی۔ ایماندار طبقہ کمزور پڑ گیا۔ جس کی وجہ سے افتراق رونما ہوا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اتفاق و جمعیت کا حکم دیا تھا۔

کیا عمارؓ کو "فئہ باغیہ" نے قتل کیا؟

حدیث میں ہے حضرت عمارؓ کو باغیہ جماعت قتل کریگی۔ اہل علم میں سے بعض لوگوں نے اس حدیث پر جرح کی ہے۔ مگر یہ حدیث صحیح مسلم اور صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں موجود ہے۔ کچھ لوگ یہ تاویل کیا کرتے ہیں۔ کہ "باغیہ" کا معنیٰ حضرت عثمانؓ کا بدلہ طلب کرنیوالی جماعت ہے۔ جیسا کہ ان کا نعرہ تھا۔ نبغی ابن عفان باطراف الاسل، یہ تاویل غلط ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے بظاہر جو معلوم ہو رہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ البتہ حضرت عمارؓ کو باغیہ جماعت کے قتل کرنے سے اس جماعت کا کفر یا نفاق لازم نہیں آتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ:۔ اگر دو گروہ ایمانداروں کے لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ اگر کوئی فریق بغی کرے دوسرے پر تو باغیہ سے لڑو۔ تاکہ وہ اللہ کے حکم پر متفق ہو جائیں۔ اگر رجوع کر لیں تو عدل کی بنیاد پر ان کے درمیان صلح کراؤ۔ اور انصاف کرو اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو

پسند کرتا ہے۔ مومن بھائی بھائی ہیں۔ بھائیوں کے درمیان صلح کراؤ۔ (الحجرات ۔۹۔)

اس آیت میں اللہ نے انہیں اقتتال اور بغی کے باوجود مومن بھائی بھائی قرار دیا ہے۔ بلکہ باغیہ کے ساتھ لڑائی کے حکم کے باوجود انہیں مومن گردانا ہے۔

یعنی ظلم اور تعدی تو عوام الناس کو بھی ایمان سے خارج نہیں کرتا۔ اور نہ لعنت کا مستحق انہیں قرار دیتا ہے۔ خیر القرون میں سے اگر کسی سے یہ کام ہو جائے تو کیوں ایمان سے خارج ہو۔

بغاوت کی دو قسمیں باغی، ظالم، تعدی کرنیوالا اور بغی کا مرتکب دو طرح کا ہوتا ہے۔ متاول، غیر متاول۔

متاول مجتہد سے مراد وہ علم و دین کے ماہر ہیں۔ جو دین میں اجتہاد کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ ایک عالم ایک چیز کی حلت کا قائل ہے تو دوسرا اس کی حرمت کا جیسا کہ اشربہ سود کی بعض اقسام، عقد حلالہ، اور متعہ وغیرہ مسائل میں ایسا ہوا۔ اس قسم کے اختلافات سلف میں بھی واقع ہوئے ہیں۔ یہ متاول مجتہد ہیں۔ ان میں ایک فریق خطا پر ہوتا ہے۔ اور خطا اللہ تعالے معاف فرما دیتا ہے۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اور قرآن پاک میں اللہ تعالے نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک فیصلہ کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن دونوں کے علم و حلم کی تعریف کے ساتھ ساتھ قوت فیصلہ اور علمی اوصاف میں ایک کی برتری بیان کرتا ہے۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں اگر ایک عالم کوئی مسئلہ سمجھ لے جو کسی دوسرے عالم نے نہیں سمجھا۔ نہ سمجھنے والا قابل ملامت نہیں ہوتا۔ نہ ہی اسے مانع کہا جائیگا۔

اس کا علم و دیانت اسکی صفائی کے لئے کافی ہونگے۔ ہاں صحیح فیصلہ کے علم کے باوجود غلط فیصلہ کرنا ظلم ہوگا۔ اور اس پر اصرار فسق بلکہ تحریم کے علم کے بعد اسے حلال قرار دینا کفر ہوگا۔ لغیٰ کو بھی اسی اصل پر پرکھیئے۔

باغی متأول کا حکم

باغی اگر مجتہد اور متأول ہے۔ یعنی اُسے یہ معلوم نہیں کہ میں باغی ہوں الٹا وہ حق پر ہونیکا اعتقاد رکھتا ہے۔ اسکے حق میں "باغی" کا اطلاق اسے بغاوت کے گناہ کا مستحق نہیں بناتا۔ جو لوگ متأول باغیوں کے قتال کے قائل ہیں۔ وہ بھی ان کے عُدوان و ظلم کو دور کرنے کیلئے لڑائی کے قائل ہیں۔ انکو سزا دینے کے طور پر نہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ عادل ہیں۔ فاسق نہیں۔ جسطرح بچے، مجنون ناسی، بے ہوش اور سوئے ہوئے کو نقصان کرنے سے روکا جاتا ہے۔ انہیں بھی روکا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ جانوروں کو نقصان کرنے سے دفع کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان متأولوں کو بھی نقصان کرنے سے باز رکھا جاتا ہے۔ دیکھئے! جو آدمی کسی کو خطاً قتل کر دے اس پر کوئی گناہ نہیں۔ البتہ دیۃ ادا کرنا پڑتی ہے۔ قرآن پاک نے صراحت سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے۔ اسی طرح کوئی مجرم بھی ہو، اس پر حد قائم کر دی جائے۔ تو یہ صادقہ سے اس کا گناہ مُعاف ہو جاتا ہے۔ "باغی متأول" کو امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کوڑے مارے جائیں اس کی متعدد نظائر ان کے اقوال میں ملتی ہیں۔

فرض کر لیا جائے کہ لغی اگر بلا تاویل ہے تو بھی وہ ایک "گناہ" ہی ہے اور گناہ کی سزا توبہ، حسنات، مصائب وغیرہ وغیرہ اسباب سے زائل ہو سکتی ہے۔

حدیث عمارؓ کی ایک اور تفسیر

اس حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ اس

"فئتہ باغیہ" سے مراد ضرور حضرت معاویہ رضؓ اور ان کے ساتھی ہیں۔ ہو سکتا ہے اس سے وہی خاص گروہ مراد ہو، جنہوں نے حضرت عمارؓ پر حملہ کیا اور انہیں شہید کیا۔ اور وہ حضرت معاویہ رضؓ کے لشکر میں ایک طائفہ تھا۔[۱] حضرت عمار رضؓ کے قتل پر راضی ہونیوالے بھی اسی فہرست میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ لشکر میں ایسے لوگ بھی موجود تھے۔ وہ افراد جو حضرت عمارؓ کے قتل پر راضی نہیں جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص اور دوسرے بہت سے لوگ حضرت عمارؓ کے قتل کو برا جانتے تھے حتیٰ کہ حضرت معاویہ رضؓ اور حضرت عمرو۔ حضرت معاویہؓ سے یہ بھی مروی ہے۔ کہ انہوں نے اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے فرمایا۔ عمارؓ کو اسی نے قتل کیا ہے۔ جو اسے میدان جنگ میں لایا۔ حضرت علیؓ نے اس تاویل کی تردید میں فرمایا پھر تو حضرت حمزہ رضؓ کو بھی ہم نے ہی قتل کیا ہو گا؟

بلاشک حضرت علی رضؓ کا فرمان بجا ہے۔ مگر حضرت معاویہ رضؓ کی تاویل سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو قاتل عمارؓ نہیں سمجھتے۔ معلوم ہوا وہ خود کو باغی نہیں سمجھتے جس شخص کو ظاہری حالات کی بنا پر باغی سمجھا جا سکتا ہو۔ لیکن وہ شخص اپنے آپ کو باغی نہ سمجھے اسکو متاول مخطی کے درجہ میں سمجھنا چاہیئے۔

---

[۱] ۔ بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ حضرت عمار رضؓ حضرت عثمان رضؓ کے دور خلافت میں شہید ہوئے تھے اور اس گروہ نے انہیں شہید کیا تھا جو کہ حضرت عثمان رضؓ کے خلاف بے چینی پھیلا رہا تھا۔ مگر یہ بات تاریخی طور پر ثابت نہیں ہو سکی اور صحیح روایات کے خلاف ہے۔ امام بخاری رحؒ اور مستند مؤرخین کی تحقیق بھی وہی ہے جو امام ابن تیمیہ رحؒ نے تحریر فرمائی ہے۔ ۱۲۔ م۔ ر

اس سلسلہ میں عام صحابہؓ کا موقف

فقہاء میں کسی کا مسلک نہیں کہ حضرت عمارؓ کے قاتلوں کے ساتھ مل کر قتال ضروری تھا۔ اس سلسلہ میں فقہاء صحابہؓ سے دو قول منقول ہیں۔

بعض صحابہؓ حضرت عمارؓ کے ساتھی بن کر لڑنا ضروری سمجھتے تھے۔ اور بعض قتال اور لڑائی سے رکنا فرض گردانتے تھے۔ دونوں گروہوں میں سابقین اولین صحابہؓ کے افراد موجود ہیں۔ پہلے گروہ میں عمارؓ۔ سہیل بن حنیفؓ۔ ابوایوبؓ وغیرہ وغیرہ اور دوسرے میں سعد بن ابی وقاصؓ، محمد بن مسلمہؓ۔ اسامہ بن زید۔ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اکثر صحابہ کی یہی رائے تھی دونوں فریقوں میں حضرت علیؓ کے درجہ کے بعد صاحب مرتبت الان حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ اور وہ خاموشی اختیار کرنیوالوں میں سے تھے۔

حدیث عمارؓ سے وہ اکابر صحابہؓ استدلال کرتے ہیں۔ جو قتال کے قائل ہیں۔ کیونکہ جب ان کے قاتل باغی ٹھہرے تو بحکم قاتلوا التی تبغی ان سے لڑنا ضروری ہوا۔ لڑائی سے توقف کرنیوالے اکثر صحابہؓ کرام ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں فتن میں شرکت سے توقف کو افضل قرار دیا گیا ہے۔ وہ ان لڑائیوں کو قتال فتنہ قرار دیتے ہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پسند نہیں فرمایا۔ البتہ آپ نے صلح کا حکم دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے باغی سے اولاً ہی لڑنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ حکم ربانی تو یہ ہے۔ ایمانداروں کے دو گروہ لڑ پڑیں تو ان کے باہم صلح کرا دو وہ اللہ کے حکم پر آجائے۔ اگر وہ اللہ کے حکم پر آجائیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو۔ اور اس کے بعد اگر کوئی فریق زیادتی کر دے تو اس سے لڑو اس وقت تک کہ انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنیوالوں کو پسند فرماتا ہے۔"

اس آیت میں یہ نہیں کہا گیا کہ جب کوئی ظلم و تعدّی کرے اس سے فوراً لڑ پڑو۔ بلکہ فریقین کے مابین صلح کرانے کی کوشش کی جائے۔ اگر اس کے بعد کوئی ایک فریق دوسرے پر تعدّی کرنے سے باز نہیں رہتا۔ تو اس سے لڑا جائے۔ کیونکہ وہ فریق قتال کو ختم نہیں کر رہا۔ اور صلح پر آمادہ نہیں۔ اس کا شر تو لڑائی سے دفع ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کے موقع کے لئے فرمایا۔

مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ وَعِرْضِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے، جو اپنے خون کی حفاظت میں قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔

جو اپنے دین اور عزت کے لئے مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔ اگر بالفرض تمام لشکر باغی ہو جائے تو بھی اوّلاً یہ حکم نہیں کہ ہم ان سے لڑیں بلکہ پہلے ہمیں صلح کی کوشش کرنی چاہیئے مقصد یہ ہے کہ حدیث عمارؓ کی وجہ سے کسی صحابی رضؓ پر لعنت کرنا مباح نہیں۔ نہ ہی اس سے کسی کا فسق لازم آتا ہے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْد، هٰذَا آخِرُ مَا اَرَدْنَا مِنْ تَرْجَمَةِ فَتْوَى الْاِمَامِ الْهُمَامِ شَيْخِ الْاِسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ الْحَرَّانِي رَحِمَهُ اللّٰه

محمد رفیق الاثری

مدرس دار الحدیث جلالپور پیروالہ